قرآن سے عشق اور معرفت اقبال کی نظر میں

محمد حسین بہشتی[۱] (پاکستان) - **محمد عسکری ممتاز**[۲] (پاکستان)

اشاریہ:

فکر اقبال کا نمایاں اور اہم ترین منبع و ماخذ قرآن مجید ہے۔ اقبال اپنی علمی، فکری اور روحانی ارتقاء کو قرآن مجید کی اعلی و ارفع تعلیمات کو قرار دیتے ہیں۔ اقبال صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ مفسر قرآن تھے جنہوں نے قرآن کے عمیق اور معاشرہ ساز مطالب سے اپنی شاعری کو زینت بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن کو سمجھنے کی تڑپ رکھنے والا شخص اقبال کی شاعری کی طرف رجوع کرے اور انہیں قرآنی آیات کے تناظر میں پڑھ لے تو قرآن کی بہت ساری آیتوں کی درست تفسیر تک پہنچ سکتا ہے۔ قرآن کی معرفت اقبال کی نظر میں ایک ایسا اہم اور جامع موضوع ہے جو ہمارے معاشرے کو قرآنی بنانے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس موضوع پر جتنا کام کیا جائے، پھر بھی کم ہے۔ آج کے اسلامی معاشرے کی بنیادی ضروریات میں سے ہے کہ اسے قرآنی تعلیمات کے مطابق تشکیل دیا جائے تاکہ وہ معاشرے عدل وانصاف، مساوات، برابری اور تمام اخلاقی خوبیوں کی تصویر بن جائے۔ موضوع کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر بندہ حقیر نے کوشش کی ہے کہ اقبال کے اشعار کی روشنی میں قرآن کی معرفت اور اس کی روح پرور تعلیمات کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کروں۔ امید ہے قارئین کرام قرآن شناسی کے میدان میں ایک قدم کے طور اس مقالے کا مطالعہ کریں گے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، اقبال، معرفت، عشق.

۱. دانش آموختہ جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، مشہد مقدس. hh۱۴۴۸۰۶۶@gmail.com

۲. دانش پژوہ دکتری _ قرآن و مستشرقان _ جامعہ المصطفیٰ العالمیہ. askarishigri@yahoo.com.

مقدمہ

علاّمہ اقبال ہمیشہ اپنے باپ کی اس بات سے سخت متاثر تھے کہ انہوں نے فرمایا (تم جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کروتویوں سمجھ لو کہ گویا قرآن تم پر نازل ہو رہاہے؛یعنی تم خدا کے ساتھ ہم کلام ہو) ۔ قرآن مجید کے الفاظ علا مہ اقبال کے دل وروح پر اس طرح نازل ہوتے ہیں گو یا قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کواخذ کرنے کے لئے وہ ہمہ تن گوش رہتے تھے۔ایک دن گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل نے علا مہ اقبال سے پوچھا: تمہاری نظر میں کیا صرف قرآن کے معانی اور مفاہیم پیغمبر ﷺ پر نازل ہوتے تھے اور پیغمبر اکرم ﷺ انہیں الفاظ میں پیش کرتے تھے؟ یا الفاظ بھی مفاہیم کی طرح پیغمبر ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوتے تھے؟علا مہ اقبال جواب میں فرماتے ہیں: قرآن مجید کے الفاظ عربی زبان میں عین اسی شکل میں نازل ہوئے جو آج ہمارے پاس محفوظ ہے۔ کالج کے پرنسپل نے تعجب کرتے ہوئے کہا: میں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم جیسے عظیم مفکر اور فیلسوف کا قرآن پر کتنا مضبوط ایمان ہے؟! علا مہ اقبال مزید کہنے لگے: جناب ڈاکٹر صاحب میں کوئی پیغمبر نہیں ہوں، میں صرف ایک شاعر ہوں لیکن شعر کہتے وقت ایک خاص حالت مجھ پر طاری ہوتی ہے اور شعر خود بخود مرتب ہو کر مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور میں ان اشعار کو کسی قسم کی کمی وبیشی کے بغیر ثبت کرتا ہوں۔ کبھی میں ان اشعار کی اصلاح کرنا بھی چاہتا ہوں تو اصل شعر کی صورت ہی میں باقی رکھتا ہوں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تاریخ میں بہت سارے شاعر ایسے گزرے ہیں جو اشعار کو وحی کے طور پر دریافت کرتے تھے اور علامہ اقبال کی گفتگو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بہترین دلیل ہے۔ اگر شاعر اپنے خاص مقام اور مرتبہ کی وجہ سے مفاہیم اور مطالب کو الہام کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں تو کونسی تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے آخری نبی، سردار انبیا، رحمت اللعالمین بھی قرآن کے مفاہیم اور الفاظ دونوں کو وحی کے ذریعے دریافت کرتے تھے۔ قرآن ایک زندہ معجزہ ہے جو آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔

قرآن کی طرف رجوع

قرآن کی طرف متوجہ ہونا موجودہ دور کے عظیم دانشوروں، اسکالروں اور مفکرین کا اہم ترین اصلاحی پہلو ہے۔ مفکروں کی نظر میں مسلمانوں کی پسماندگی اور زوال کی اصل وجہ قرآن کی طرف توجہ نہ کرنا ہے۔ علا مہ اقبال ان مفکروں اور دانشوروں میں سے ایک ہیں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن کو حفظ اور اس کے حقائق کو ظاہر ہونا چاہیے۔

حفظ قرآن عظیم آئین تست
حرف حق را فاش گفتن دین تست (کلیات فارسی، ص۳۶۵)

اقبال اپنے شعری منظومہ، جاوید نامہ میں دین مبین اسلام اور سیرت پیغمبر اکرم ﷺ کی غربت کو قرآن کی طرف بے توجہی کو قرار دیتے ہیں اور متذکر ہوتے ہیں کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کو چاہیے قرآن کی معرفت میں آیات الٰہی کے بارے میں غور وفکر سے کام لیں کیونکہ امت اسلامیہ کی بیداری قرآن مجید میں مضمر ہے۔

از یک آئین مسلمان زندہ است پیکر امت ز قرآن زندہ است (کلیات فارسی، ص۳۶۵)

علا مہ اقبال کی نظر میں قرآن مجید ہی ہمیں حقیقت بین، واقعیت پرست اور حق پرست انسان میں تبدیل کر سکتا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مکمل طور پر جو کچھ قرآن نے کہا ہے اس کے اوپر عمل کریں۔ علا مہ اقبال مسلمانوں کے قول وفعل سے نالاں اور قرآن و سیرت پیغمبر اکرم ﷺ سے خالی ہونے کے حوالہ سے یوں گویا ہیں۔

منزل و مقصود قرآن دیگر است رسم و آئین مسلمان دیگر است
در دل او آتش سو زندہ نیست مصطفٰی در سینہ ای او زندہ نیست
بندۂ مؤمن ز قرآن بر نخورد در ایاغ او نہ می دیدم نہ درد
(احیای فکر دینی در اسلام، ص۱۹)

یہی سبب ہے کہ آج ایک بار پھر امریکہ کی سامراجی طاقت مسلمانوں کو غلام بنانے کے لئے میدان عمل میں اتر چکا ہے، جس کی بہترین مثال افغانستان اور عراق وغیرہ ہے۔ اگر مسلمان مزید خواب خرگوش میں رہے تو تمام اسلامی ممالک کو نگل جائے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے قرآنی تعلیمات اور سیرت طیبہ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے زمانے کی طاقتوں کو میدان سے باہر کردیں۔ اس کے لیے مسلمان کو قرآن کی طرف پلٹنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس حوالہ سے صحیح قسم کی قرآن کی تفسیر اور تاویل کی طرف توجہ کرنا بیداری کی علامت بن سکتی ہے اس بنیاد پر علا مہ اقبال نے اپنی مشہور و معروف کتاب (احیای تفکر دینی در اسلام) میں مختلف آیات سے استفادہ کیا ہے اور اپنے نظریات کو

قرآن کی روشنی میں بیان فرماتے نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات پر غور وفکر اوراس کے معانی و مفاہیم میں پوری توجہ سے تلاوت کرنا ایک مسلمان کے فرائض میں سے ایک فرض سمجھتے ہیں تاکہ بنی نوع انسان کی ترقی وکمال، صحت وسلامتی، امن وامان اور ایک مضبوط فلاحی معاشرہ کے لیے قرآن مجید ہی کو واحد کتاب نجات انسانیت سمجھتے ہیں اور اسلامی انسانی تعلیمات ثبوت وحدوث وجود کا محور تصّور کرتے ہیں

آن کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت او لا یزال است و قدیم
رہزنان از حفظ او رہبر شدند — از کتابی صاحب دفتر شدند
گر تو می خواہی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

(احیای فکر دینی در اسلام، ص ۲۳)

قرآن کتاب بیداری

قرآن مجید آگاہی وبیداری کی کتاب ہے۔ قرآن مجید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین اور بہترین معجزہ ہے یہ مقدس کتاب مشعل راہ وہدایت ہے سچّے اور مخلص انسانوں کے لیے پوری تاریخ انسان میں ظہور اسلام سے اب تک یہ کتاب ہدایت ہے اور راہنما ہے انسانوں کی نشیب وفراز ہیں اندھیری اور تاریک راتوں میں نور ہدایت ہے واقعیت اور حقیقت پسندانہ زندگی گزارنے والون کے لیے یہ کتاب روشنی ہے۔ علامہ اقبال کا عقیدہ تھا صاحب نظر اور اصول پسند ہو نا قران کے حوالہ سے انسان کے لیے خود بیداری کی ایک عظیم علامت ہے۔

نقش قرآن در این عالم نشست — نقش ھای کاہن و پاپا شکست
فاش گویم انچہ در دل مضمر است — این کتابی نیست چیزی دیگر است
چون بجان در رفت جان دیگر شود — جان چو دیگر شد جہان دیگر شود

(کلیات اقبال فارسی، ص۳۶۸)

پس علامہ اقبال اپنے اشعار کو جاری رکھتے ہوئے غیبت کی خبر، قرآن پیشین گوئی کو مسلمانوں اور امت مسلمہ کے لیے باعث بیداری اور روشنی قرار دیتے ہوئے اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

مثل حق پنہان وھم پیدا ست این — زندہ و پایندہ و گویا ست این

اندر وتقدیرھای غرب و شرق　　سرعت اندیشہ پیدا کن چو برق
با مسلمان گفت جان بر کف بنہ　　ھر چہ از حاجت فزون داری بدہ
افریدی شرع و آئینی دگر　　اندکی با نور قرانش نگر
(کلیات اقبال فارسی، ص۴۸۹)

حضرت علامہ اقبال نے زندگی کو سمجھنے اور دنیا کی جہان بینی کو درک کرنے کے لیے کائنات کے پوشیدہ رازوں کو کشف وانکشاف کے لیے قران کو بہترین ذریعہ اور وسیلہ تصور کرتے ہیں۔

از بم وزیر حیات آگاہ شو　　ھم ز تقدیر حیات آگاہ شو
محفل مابی می وبی ساقی است　　ساز قرآن را نوا ھا باقی است
(کلیات اقبال فارسی، ص۱۷۸)

علامہ اقبال کی نگاہ میں (اسلامی اور قرآنی تعلیمات) ان کے دوبارہ زندہ ہونے کو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے عقل وخرد اور ہوشیاری وبیداری انسان کو قرار دیا ہے اسی لیے خداو منان نے قرآن مجید میں فرمایا: افلا تتفکرون، افلا تتدبرون، افلا تعقلون، افلا تشعرون) اگر مسلمان اس قرآنی پیغام پر عمل کریں ہزاروں اقبال منشاء شہود یا منظر شہود پر ظاہر ہو جائیں یہ سب کچھ قرآن میں غور وفکر شعور وآگاہی سے دنیا میں دین سمجھ میں اسکتا ہے۔

در واقع دین کیا ہے؟

دریافتن اسرار خویش　　زندگی مرگ است بی دیدار خویش
اندکی گم شو بہ قرآن و خبر　　بازای نادان بہ خویش اندر نگر
(احیای فکر دینی در اسلام، ص۱۲۶)

عمل کی روح اور بنیاد: قرآنی آیات پر عمل کرنے کے حوالے سے تاکید کی گئی ہے اور عمل کرنے کی اہمیت سے کسی شخص مسلمان کو انکار بھی نہیں ہے تمام اسلامی تعلیمات میں چاہیے وہ جتماعی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی دیگر تمام پہلوؤں میں قرآنی تصوّر نہایت روشن اور واضح اور آشکار ہے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل کرنے اور فکر کرنے کی زیادہ تاکید کی گئی ہے اس حوالہ سے اس فکر کی اور نظریہ کی تقویت کے لیے ایک آزادہ انسان کے لیے قرآن میں واضح

الفاظ میں فرمایا ہے: (إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا) (الاحزاب: آیت ۷۲)

ترجمہ: بیشک ہم نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا ہے اور سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا۔ بس انسان اس بوجھ کو اٹھالیا۔ علا مہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نظر انسان، خود آگاہ دنیا کے نشیب وفراز سے سبق حاصل کرلیتا ہے اس طرح اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کی فکر کرتا ہے اور حقیقت میں یہی سچّے مسلمانوں کی عین بد بختی اور تباہی و بربادی کا سبب بنا ہے اس لئے علا مہ اقبال کہتے ہیں:

فکر انسان بت پرستی بت گری — ہر زمان در جست وجوی پیکری
باز طرح آزری اندختہ است — تازہ تر پروردگاری ساختہ است
آدمیت کشتہ شد چون گوسفند — پیش پای این بت نارجمند

(کلیات اشعار فارسی، ص ۵۰۳)

علا مہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ یہ ہے زندہ لوگوں میں شامل ہونے کے لیے قرآن سے درس لیے بغیر کوئی چارانہیں ہے اگر حقیقی زندگی گزار نے ہے تو قرآن سے مستمسک ہو جاؤ

انسان کامل: انسان کامل کے بارے میں علا مہ اقبال کا نظریہ نہایت اہم اور بڑی اہمیت کا حامل ہے وہ فرماتے ہیں انسان جب تمام نفسیاتی وانسانی خواہشات سے بے نیاز ہوکر فقط وفقط خدا کی غلامی کو قبول کرے اور دنیا میں آزاد ہوکر جئیں آزاد ہوکر عمل کریں غرض تمام مادی چیزوں سے ماوراء ہوکر زندگی کرنے کا نام انسان کامل ہے علا مہ اقبال اپنے اسرار خودی میں قرماتے ہیں:

بندہ حق بی نیاز از ہر مقام — نی غلام او را، نہ او کس را غلام

(احیای فکر دینی در اسلام، ص ۱۰۹)

علامہ اقبال کا عقیدہ ہے مرد کامل اپنے اعراض ومقاصد اور اہداف اصلی کو پانے کے لیے مثل حضرت علی علیہ السلام آمادہ پیکار ہوجاتا ہے جب تک زمانہ اس کے ہدف تک نہیں پہونچتا ہے آرام نہیں کرتا ہے علا مہ اقبال حقیقت جو انسان تھے وہ مغرب کے جدید انسان جو مکمل طور پر فساد اور تباہی میں غرق سے بیزار تھے اور مشرق کے مردوں اور بے تحرک انسان سے بھی متنفر تھے اسی وجہ سے علا مہ اقبال ایک جید انسان

کے گروہ کی توقع کرتے تھے لیکن علا مہ اقبال کے آثار کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے اور ان کے شعروں سے مشخص ہے کہ ان کے نظریہ میں ایک انسان کامل کی مثال حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آپ جیسے انسان بنی نوع بشر بھی ہے۔

در حضور آن مسلمان کریم — ہدیہ او دم ز قرآن عظیم
گفت این سرمایہ ای اہل حق است — در ضمیر او حیات مطلق است
اندرو ہر ابتدا را انتہا ست — حیدر از نیروی او خیبر گشاست

(کلیات اشعار فارسی، ۱۷۹)

رمز بے خودی: علا مہ اقبال کی نگاہ میں خودی وہی شناخت اور ملّت وامت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت وآبرو ہے جو عام مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے کہ جو شخص اپنی تہذیب وثقافت سے متاثر ہو یا قبول کرنے کو بے خودی کا نام دیتے ہیں علا مہ اقبال فرماتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندہ سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

علا مہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعری منظومہ (رموز نے خودی) میں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک سچّے مسلمان کو اسلامی اور قرآن تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے آپ سورہ توحید کو ایک انسان خودی سے ربط دیتے ہیں اور انسان خودی کے لیے سورہ اخلاص بہترین نمونہ قرار دیتے ہیں علا مہ اقبال اللہ الصمد کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مسلم استی بی نیاز از غیر شو — اہل عالم را سرا پا خیر شو
چو علی در ساز با نان شعیر — گردن مرحب شکن خیبر بگیر
رزق خود را از کف دونان مگر — یوسف استی خویش را ارزان مگیر
گرچہ باشی مور ہم بی بال وپر — حاجتی پیش سلیمان مبر
راہ دشوار است سامان کم بگیر — در جہان آزاد زی آزاد میر
پشت پازن تخت کیکاوس را — سر بدہ از کف مدہ ناموس را

(کلیات اشعار فارسی، ۴۶۵)

علا مہ اقبال اس آیت (ولم یکن لہ کفواًاحد) کی تفسیر میں مسلمانوں کی فکری اوراعتقادی برتری کو دنیا کے دوسری قوموں کے مقابل ثابت کرنے اور مسلمانوں کو آگاہ کرنے اور سمجھانے کی کوشش فرماتے ہیں تاکہ مسلمان دوسری قوموں کے مقابل کم ترنہ سمجھیں اور احساس کمتری میں مبتلانہ ہو جائیں۔

رشتہ ای با " لم یکن " بیوقوی | تا تو در اقوام بی ھمتا شوی

آنکہ ذاتش واحد است ولا شریک | بندہ اش ہم در نسازد باشریک

(احیای فکر دینی در اسلام، ص ۱۴۰)

بعد از این کہ علا مہ اقبال اس بات طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے

حالانکہ یہ مقدس کتاب مایہ حیات اور ہم سب کے اسلامی اور انسانی شناخت ہیں اور ہماری دین اور دنیا کی کامیابی اور عزّت وآبروی اس کتاب اور دین سے وابستہ ہے۔

قرآن میں عرفان و معرفت: علا مہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں روح اسلام کانشان یعنی اسلامی معاشرے کی شناخت ایسی ہونی چاہئیے جس کے اوپر قرآن حاکم ہو، اسلامی تعلیمات حاکم ہوں علا مہ اقبال خود جوانی میں احکام شریعت کی پابندی، واجبات کی ادائیگی کے علاوہ مستحبی امور پر عمل کرتے تھے مثال کے طور پر نماز شب پڑھنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا خصوصاً سحر کے وقت بیدار ہونا آپ کے پسندیدہ کاموں میں سے تھا۔

بر خور از قرآن اگر خواہی ثبات | در ضمیر دیدہ ام آب حیات

می دہد ما را پیام لا تخف | می رساند بر مقام لا تخف

قنوت سلطان و میر از لا الہ | ھیبت مرد فقیر از لا الہ

(احیای فکر دینی در اسلام، ۳۳۰)

علاّمہ صاحب راز ورنگ الہی پیدا کرنے کا طریقہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

گوہر دریای قرآن سفتہ ام | شرح رمز صبغۃ الہ گفتہ ام

تا دو تیغ لا و الا داشتیم | ماسوی اللہ رانشان نگذاشتیم

(کلیات اشعار فارسی، ۴۵۶)

حضرت علا مہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں قرآن کی روش یہ ہے کہ جب داستان ہبوط یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی جنتّ سے نکلنے کی داستان بیان فرماتے ہیں تو ظاہر ایک قسم کی جزئی اور کلی داستان

معلوم ہوتی ہے اور اس واقعہ کو زمان ومکان سے منطبق کر کے صرف ایک تاریخ واقعہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہ قرآن کے ہدف اور مقصد کے خلاف ہے بلکہ قرآن کے اس واقعہ کے پیچھے ایک مقصد اور ہدف کلی اخلاقی اور فلسفی مضمر اور پوشیدہ راز میں ہی بنی نوع بشر کی ترقی و کمال موجود ہے اقبال کا عقیدہ ہے داستان ہبوط یعنی آدم وحوا علیھا السلام جنت سے نکلنے کا واقعہ قرآن مجید میں ایک بہت بڑا پیغام ہے وہ یہ ہے معرفت خدا حاصل کرنا اوّل العلم معرفۃ الجبّار وآخر الامر تفویض امر الیہ۔ قرآن مجید میں انسان کا ملا ئکہ پر افضل ہونے کے بارے میں بحث ہے علا مہ اقبال کی نظر میں معرفت خداوند العزّت کے لیے جو بھی جد وجہد کریں بنیادی طور پر یہ ایک قسم کی مناجات اور عبادات دین میں شامل ہے ایک مقام پر علا مہ اقبال نے بنی نوع انسان کے تقسیم کو مثال کے طور پر قوم وملّت اور قبیلوں کی شکل میں ہونے کو خود فرآن کے مطابق صرف اور صرف پہچاننے کا ایک قانون بتایا ہے اس حوالہ سے تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں لہٰذا اس قسم کی فوقیت اور برتری کسی دوسرے پر نہیں ہے۔ تاریخ قرآن کی نظر میں کوئی من گھڑت کہانی اور قصہ نہیں ہے یہ بدعت بادشاہوں اور سلاطین نے ڈالی ہے بلکہ تاریخ ایک حقیقت کا نام ہے جیسے علا مہ اقبال نے علم اور معرفت کا سمندر کہا ہے ظاہر سی بات ہے کہ ہم قرآن میں آدم وحوا کی تاریخ پڑھتے ہیں اور ہم اس سے ہم کتنے نتائج اخذ کرتے ہیں اس طرح تمام انبیاء اور صالحین، متقین اور مومنین کی تاریخ قرآن میں موجود ہے جو رہتی دنیا کے لیے ہدایت ہے وہ ابن خلدون کی کتاب کے مقدمہ کو ایک قسم کا جوہر قرار دیتے اس حوالہ سے علا مہ اقبال ابن خلدون کو تاریخ فلسفہ کے باپ تصور کرتے ہیں جو خود قرآن مجید سے الہام لیا گیا ہے قرآن مجید میں جو تاریخ کے حوالہ سے آیات بیان ہوئیں ہیں یہ خود ایک قسم کا قانون ہے بنی نوع بشر کے لیے قرآن مجید میں ایک عظیم قسم کے تاریخی فلسفی اور منطقی نظریہ موجود ہیں یہ بجای خود انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔

چیست دین؟
دریافتن اسرار خویش
زندگی مرگ است بی دیدار خویش
آن مسلمانی کہ بیند خویش را
از جہانی بر گزیند خویش را

اندکی گم شو بہ قرآن و خبر
باز ای نادان بخویش اندر نگر
تا دلش سری ز اسرار خداست
حیف اگر از خویشتن ناآشناست
از حجاز و چین و ایرانیم ما
شبنم یک صبح خندانیم ما (کلیات اشعار فارسی، ۴۶۵)

قرآن مجید مورخین، مصنفین اور مولفین کے لیے تحقیق اور جستجو کی دعوت دیتا ہے۔ اس حوالے سے کا علم الرجال نے بھی قرآن سے ہی سرچشمہ لیا ہے۔ لہٰذا علامہ اقبال کا نظریہ یہ ہے آیندہ آنے والوں کے لیے قرآن مجید ایک عظیم الہی سرمایہ ہے۔ جس طرح تاریخ اسلام میں ابن اسحاق، طبری، مسعودی نکل آئے ہیں اسی طرح آنے والے زمانہ میں بھی ایسے عظیم علمی فکری، سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی شخصیات نکل آئیں گی۔

علامہ اقبال نے نوجوانوں کو بالخصوص قرآن سے حقیقی تعلق قائم کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ تمام علوم کا سرچشمہ اور منبع ہدایت قرآن ہی ہے۔ یہی وہ انسان کی معراج اور کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے جو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنتی ہے۔ آخر میں اقبال دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! قرآن میں غوطہ زن ہو جا.

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے کہ تجھ کو عطا جدّتِ کردار (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

ایک اور جگہ اقبال امت مسلمہ کے قرآن سے تعلق کی دوری کو بیان کرتے ہوئے افسردہ انداز میں کہتے ہیں:

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

اسی طرح بعد میں آنے والوں نے قرآن کو کماحقہ اہمیت نہیں دی۔ انہوں نے قرآن کو پڑھا ضرور لیکن اس کی تعلیمات اور احکامات کو ماننے کے بجائے ان کو اپنی خواہشات کے تابع کرنا شروع کر دیا۔ اقبال نے ان الفاظ میں ان کی حقیقت کو بیان کیا کہ:

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق!
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

یعنی لوگوں نے اپنی عقل سے یہ فیصلہ کرلیا کہ قرآن کی تعلیمات ناقص ہیں، اس کی ہدایات اور تعلیمات رہتی دنیا تک کے لیے نہیں ہیں۔ دورِ جدید میں اس کی تعلیمات کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اس کا بھرپور رد کیا۔ اقبال کہتے ہیں:

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

قرآن ہی میں وہ راز پوشیدہ ہے جو مومن کو حقیقی اور سچا مومن بناتا ہے۔ یہ مومن کی ہی شان ہے کہ جب وہ اپنی ذات کو قرآن میں فنا کر دیتا ہے اور اپنے شب و روز قرآن کے مطابق بسر کرنے لگتا ہے تو بقول اقبال:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

نتیجہ:

علامہ اقبال اپنی زندگی میں کلامِ الٰہی سے جس قدر اثر انداز ہوئے، اتنا وہ کسی شخصیت سے متاثر نہیں ہوئے۔ علامہ اقبال جس طرح خود قرآن سے محبت کرتے تھے اور اس میں غور و فکر کرتے تھے، آپ مسلمانوں سے بھی یہی خواہش رکھتے تھے کہ مسلمانانِ ہند قرآن کی تلاوت اور اس کی تفہیم کو اپنے اوپر لازمی کریں۔ آپ کی خواہش بھی یہی تھی کہ مسلمان بھی قرآن سے اپنا حقیقی تعلق قائم کرلیں۔ علامہ اقبال کا پیغام ہی یہی تھا کہ مسلمان سمجھ لیں کہ ان کی زندگی قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبر سے کام لیں۔ اس کی تعلیمات پر

عمل کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن سے رشتہ قائم رکھا اور اس میں تدبر و تفکر کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا، اس وقت تک

ان کا علمی و اخلاقی عروج قائم رہا۔ ان کا زمانہ گزشتہ زمانوں سے اعلیٰ و نمایاں رہا۔ ان کے زمانے میں علمی و تحقیقی سرگرمیاں عروج پر رہیں۔ حال یہ تھا کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی دور دراز علاقوں سے سفر کر کے مسلمانوں کے علاقوں اور بستیوں میں آکر زانوئے تلمذ تہہ کیا کرتے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں نے قرآن سے تعلق ختم کر لیا اس سے دوری حاصل کی تو وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر دربدر پھرتے رہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر (کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰)

منابع ماخذ:

۱. جاوید، اقبال زندگی اور افکار علامہ اقبال جلد انشر (استان قدس رضوی) ۱۳۷۲، ص ۱۰۳
۲. اقبال، محمد، کلیات فارسی، سازمان انتشارات جاویدان، ۱۳۶۶، ص ۳۶۵
۳. اقبال، محمد لاہوری، احیای فکر دینی در اسلام ترجمہ آحمد ارام تہران، کانون نشر وپژوہش ہای اسلامی (بی تا) ص ۱۹
۴. اقبال، محمد، لاہوری، کلیات اشعار فارسی، ۳۶۶
۵. اقبال، محمد لاہوری (احیای فکر دینی در اسلام) ص ۱۹
۶. اقبال، محمد لاہوری، (کلیات اقبال فارسی) ص ۳۶۸ و ۳۶۹
۷. اقبال، محمد لاہوری (احیای فکر دینی در اسلام) ص ۱۴۲
۸. اقبال، محمد لاہوری، (کلیات اقبال فارسی) ص ۴۸۹
۱۲. اقبال، محمد، لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۱
۱۴۔ اقبال، محمد لاہوری "کلیات اشعار فارسی" ص ۱۷۹ء ۱۷۸
۱۵۔ اقبال، محمد لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۱۲۶
۱۶۔ اقبال، محمد لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۱۲۶
۲۰۔ اقبال محمد لاہوری "کلیات اشعار فارسی" ص ۵۰۴
۲۱۔ اقبال، محمد لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۹۹ء ۹۶
۲۴۔ اقبال محمد لاہوری "کلیات اشعار فارسی" ص ۴۸۹
۲۵۔ اقبال محمد لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۱۰۹
۲۶۔ کلیات، اقبال، اشعار اردو، اقبال آکادمی، پاکستان، ۱۹۹۰
۲۷۔ اقبال محمد لاہوری "کلیات اشعار فارسی" ص ۹۸
۲۸۔ اقبال محمد لاہوری "احیای فکر دینی در اسلام" ص ۱۵۹ تا ۱۶۱